

اقبال کا تصور قانون

سید ریاض الحسن صاحب ایڈووکیٹ سپریم کورٹ، لاہور

اقبال کے تصور قانون کے تین اجزاء ہیں:

۱۔ نہ صرف مسلمان بلکہ تمام نبی نوع انسان کی سلامتی و بہبود اسی میں ہے کہ وہ اسلامی قانون کو اپنائیں اور اس پر عمل پیرا ہوں۔ اقبال کہتے ہیں کہ اسی لیے شیطان، جو انسان کا سب سے بڑا اور ازلی دشمن ہے، اُس کی تمام تر کوشش یہ ہے کہ اسلامی قانون نافذ نہ ہو سکے۔ چنانچہ اقبال اپنی مشہور نظم "ابلیس کی مجلس شوریٰ" میں کہتے ہیں:

ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس اُمت سے ہے
جس کی خاکستریں ہے اب تک شرابِ آرزو
جاتا ہوں جس پہ روشن باطنِ ایام ہے
مزدکیتِ فتنہ فردا نہیں اسلام ہے
جاتا ہوں میں یہ اُمتِ حایلِ قرآن نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندہ مومن کا دین
عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہونہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں
الحذر! ایمن پیغمبر سے سو بار الحذر
حافظِ ناموسِ زن، مرد آزما، مرد آفرین
چشمِ عالم سے رہے پوشیدہ یہ ایمن تو خوب
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محروم یقین

۲۔ اسلامی قانون ایک ہمگیر وحدت ہے۔ اس میں ہرگز دوئی نہیں۔ سیاست اُس سے آزاد اور باہر نہیں، بلکہ وہ سیاست اور زندگی کے تمام دیگر شعبوں کو کس حقہ محیط ہے۔ اقبال اپنی کتاب "تشکیل جدید الہیات اسلامیہ، THE RECONSTRUCTION OF RELIGIOUS THOUGHT IN ISLAM" میں فرماتے ہیں۔

"اسلام میں ایک ہی حقیقت کو اگر ایک زاویہ نگاہ سے دیکھا جائے تو وہ مذہب بن کر دکھائی دیتی ہے اور اسی کو اگر دوسرے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو وہ مملکت اور سیاست ہو جاتی ہے۔ یعنی مذہب و سیاست اسلام میں ایک ہی حقیقت ہیں، حتیٰ کہ یہ کہنا بھی غیر صحیح ہے کہ مذہب اور مملکت ایک شے کے دو رخ ہیں۔ اسلام ایک ناقابل تقسیم اور واحد حقیقت ہے۔ جس ادارہ کو ریاست کہا جاتا ہے وہ اسلامی نقطہ نگاہ سے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ توحید کے ان ہی خصائص کو مادی پیکروں میں منتقل اور کار فرما کرنے کا ذریعہ ہے اور اس نصب العین کو انسانی معاشرہ کے قالب میں ڈھلنے کی کوشش ہے"

۳۔ اسلامی قانون جس صورت اور جس حالت میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمایا مٹھا اسی صورت اور حالت میں واجب العمل ہے۔ حالات و زمانہ کی مصلحت مبینی و مصلحت کوشی سراسر الحاد ہے۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ اُس سے زیادہ اپنے بندوں کی مصلحتوں سے کوئی آگاہ نہیں ہو سکتا۔ اُس نے اپنے بندوں کی ہر عہد و معنی کے لیے تمام مصلحتوں کو مد نظر رکھ کر شریعت سازی کی ہے۔ اقبال سموزیے خودی میں فرماتے ہیں:

شارعِ آئین شناسِ خوب و زشت
بہر تو این نسخہ قدرت نوشت
خستہ باشی استوارت می کند
پختہ مثل کو مسارت می کند

اقبال اس بات پر زور دیتے ہیں کہ آج کے دور میں بجائے اس کے کہ شریعت کو کھینچ کر اور دور از کار تاویلات کر کے اپنے ماحول کے مطابق کیا جائے ہمیں چاہیے کہ حالات اور اپنے ماحول کو شریعت کے سانچے میں ڈھالیں۔ اول الذکر قسم کے تجدید زدہ افراد کے متعلق ضرب کلیم میں فرماتے ہیں:

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقہانِ حرم بے توفیق

ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب
یہ سکھاتا نہیں مومن کو علامی کے طریق

شریعت عالمگیر بھی ہے اور ابدی بھی۔ شریعت کی ابدیت پر ضرب لگانے کے لیے جو لوگ جدید تقاضوں کا
ذکر کرتے ہیں اور یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اب زمانہ بدل چکا ہے اور شریعت محمدی اس دور میں ناقابلِ عمل
ہے، اقبال انہیں کم نظر کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

زمانہ ایک حیات ایک کائنات بھی ایک
دلیل کم نظری قصہٴ قدیم و جدید

البتہ اقبال قوانین شریعت کی تشکیل جدید پر زور دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ شریعت کو ایسے الفاظ اور
ایسے انداز میں پیش کیا جائے کہ اس کی ابدیت مغرب اور مغرب زدہ لوگوں پر واضح ہو جائے تاکہ وہ اس
پر عمل پیرا ہو سکیں۔ اس کے لیے وہ فرماتے ہیں:

” احکام شریعت کے تعین میں غلطیوں کے سدباب کا مؤثر طریقہ ایک ہی ہے اور

وہ مسلمان ممالک میں فقہی تعلیم کے موجودہ طریق میں ایسی ہمہ گیر اصلاح ہے جس سے اس کا
دائرہ وسیع ہو جائے “

(خطبات : ۱۷۶)

اقبال کے ارشاد کے مطابق اگر اسلامی قانون کو اہل مغرب کے سامنے ان کی قانونی زبان میں بیان کیا جائے
تو ان کے لیے اسلامی قانون کی فوقیت تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہے۔ میں اس وقت صرف اسلام کے
بین الاقوامی قانون کی مثال پر اکتفا کروں گا :

یورپ میں بین الاقوامی قانون پر سب سے پہلی کتاب گروٹھیئس نے سترھویں صدی عیسوی میں لکھی۔
یہ ایک ابتدائی قسم کی کتاب ہے اور اس میں خود گروٹھیئس نے بین الاقوامی قانون کے میدان میں مسلمانوں کی
عظمت کا اعتراف کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مسلمان قانون دانوں کا خوشہ چین ہے۔ اس کے برعکس مسلمانوں
میں بین الاقوامی قانون یعنی سیر پ پہلی کتاب امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام محمد بن حنفیہ نے آٹھویں صدی عیسوی میں
لکھی۔ اس کا نام کتاب السیر الصغیر ہے۔ جب یہ کتاب شام کے امام اوزاعی کے پاس پہنچی تو انہوں نے فرمایا
کہ عراق کے فقہاء کو اسلام کے بین الاقوامی قانون کا خاص علم نہیں ہے، یہ علم فقہائے شام کے پاس ہے، کیونکہ
نبی اکرم کے متعز می کا زیادہ تر رُخ شام کی طرف رہا ہے۔ جب امام شیبانی نے یہ بات سنی تو انہوں نے

اس علم پر زیادہ تفصیل سے کتاب مرتب کی اور اس کا نام کتاب السیر الکبیر رکھا۔ جب امام اوزاعی نے یہ کتاب دیکھی تو اعتراف کیا کہ واقعی فقہائے عراق قانون کے دوسرے شعبوں کی طرح اس شعبے میں بھی سبقت لے گئے ہیں۔ یہودی نژاد امریکی مستشرق مجید خدوری نے کتاب السیر الصغیر کا انگریزی میں ترجمہ ISLAMIC LAW OF NATIONS کے عنوان سے کیا ہے۔ اُس نے اپنا یہ ترجمہ جب امریکن سپریم کورٹ کے چیف جج PHILIP C. JESSEP کے پاس تعریف کے لیے بھیجا تو اُس نے لکھا کہ انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس کا دائرہ اختیار STATUTE OF INTERNATIONAL COURT OF JUSTICE کے تحت مندرجہ ذیل ہے:

THE COURT SHALL APPLY THE GENERAL PRINCIPLES OF LAW RECOGNISED BY CIVILISED NATIONS.

اس میں یہ بات کہیں نہیں ہے کہ صرف مغربی بین الاقوامی قانون کے مطابق فیصلے کیے جائیں۔ مسلمان بھی مہذب لوگ ہیں اور ان کے پاس بین الاقوامی قانون کا ہمیشہ قیامت سراہہ موجود ہے۔ وہ انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس کے سامنے اصرار کر سکتے ہیں کہ ان کے فیصلے ان کے بین الاقوامی قانون کے مطابق کیے جائیں۔“

یہ صرف کتاب السیر الصغیر کے متعلق ہے۔ جہاں تک کتاب السیر الکبیر کا تعلق ہے اُس کی شرح گیارھویں صدی عیسوی میں شمس الائمہ سرخسی نے چار ضخیم جلدوں میں شرح السیر الکبیر کے نام سے لکھی۔ ڈاکٹر حمید ابٹن نے اس کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ پیرس سے چھپوا دیا ہے۔ یہ کتاب OPPENHEIM کی کتاب سے بدرجہا زیادہ شرح و بسط کے ساتھ بین الاقوامی قانون کے اسرار و غوامض بیان کرتی ہے۔ امام ابن قیم جوزیہ نے چودھویں صدی عیسوی میں صرف CONFLICT OF LAWS پر احکام اہل لزمہ دو جلدوں میں لکھی ہیں۔ اس پر کتاب موجود ہے۔ اس میں معاملات کی ایسی ایسی صورتوں پر مدلل اور مفصل بحث کی گئی ہے جو ابھی تک مغربی دنیا کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہیں۔